کانٹوں میں پھول پھولوں میں کانٹے وہ پھول کے
گل رو خزاں مثال ہے خاک دھول کے

چند عورات کی گفتگو بیدھڑک جواب و سوال دلچسپ حالات بے پردہ
سفر و نقیمن میں آنے جانے کی روئدادو مذاق مسحی خیز
میں مضمون

مسدّسِ جہان

جس کو احقر العباد سید احمد علی طبیب ریاست ٹونک متوطن لکھاؤٹی
حکیم منجانب ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع بلندشہر نے

تالیف کیا

محمد ذو الفقار الدین انصاری نے

انصاری پریس علی گڑھ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اکبر سبحان اللہ

انسان کی عمر کے بھی کئی حصے ہوتے ہیں اور ہر حصہ عمر کی ایک حالت اور کیفیت ہوا کرتی ہے جیسے کہ بچپنا نمو و شباب ہے و شیخوخت ہے اور پھر پیری ہے بچپنا بھولا پن و بے تمیزی کا قدرتی زمانہ ہے بوجہ بالیدگی نمو کی رفتار جس طرح چاہے وہ بھی اپنی اپنی حالت کو تاہم کہ یہ زمانہ ہے کہ اس ہر قسم کے کھیل کود کا عادی بچہ ہو جاتا ہے اب اگر تعلیم کا عادی نہ بنایا تو ہر ایک زمانہ مشکل کا ہے پھر شباب کا زمانہ ہے کہ انسان کے لئے عیش کا زمانہ کہلاتا ہے جس میں انسان کے لئے بلند بلند خیالات و خواہشات کے پورا کرنے و ہر طرح کے افکار غم کے سوچنے و ذخیرے جمع کر لینے کا زمانہ ہے جدا جدا ہے اگرچہ شیخوخت میں بھی بچپنا اور شباب یاد آتا رہتا ہے اور شیخوخت میں بھی خواہشات نفسانی کے ولولے طبیعت میں کچھ آتے رہتے ہیں مگر وہ پہلی سی حالت کہاں رہتی ہے اب پیری ہزار عیب و مصیبت کا زمانہ ہے جو مرنے کے ایام شماری کا زمانہ ہے یا اپنے و غیر کی خوشامد سے عمر بسر کرنیکا وقت ہے ان میں نہ کوئی اختراع نہ جودت طبع ہے بلکہ ہر مصیبت کا عادی ہونا پڑتا ہے چونکہ یہ زمانہ قدرتی بے چینی کا ہوتا ہے جو بھی کچھ انسان کر سکتا ہے وہ شباب ہے خواہ اچھا یا برا ہی نامہ اعمال آخرت ہے مگر یادگار کام صرف یادگار رہجاتا ہے چونکہ مجھے ایک اتفاق سے ایسا اتفاق ہوا میں نے اس کو قلم بند کر لیا تھا چند احباب کے مزید کہنے سننے سے اب خیال ہوا کہ سنہ ۱۹۰۲ء کے زمانہ سے اب تک یہ چھپ پڑا ہے لہذا برائے تفریح احباب پیش کرنا چاہئے نہ میں شاعر ہوں نہ مجھے اس فن سے کوئی خاص مس ہے مگر اک واقعہ ہے محض دل بہلاو برائے تفریح خاص و عام پیش خدمت ہے۔ اگر قبول افتد زہے عز و شرف۔

احقر العباد حکیم سید احمد علی طبیب ریاست ٹپور متوطن قصبہ نوگانواں سادات حکیم منجانب ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع بلندشہر

مسدس سیر جہاں

جب آگرہ میں پہونچے تو کی سیر جابجا
مشتاق تاج گنج ہوا دل بھی خوب سا
مابین راہ دیکھا عجب میں نے ماجرا
مجمع اک عورتوں کا تھا جن کو نہ تھی حیا

تھا ذکر شہ جہاں کی عمارت کا ہر زباں
بابر کا تذکرہ کبھی اکبر کی داستاں

برقعے سفید اوڑھے ہوئے سر سے تا بپا
پیروں میں بوٹ ہاتھوں میں کنگن پہ منہ کھلا
دو چار مرد ساتھ تھے ان کے جو بجا
ہر گام پر مذاق رہا ان سے بارہا

میں بھی کسی خیال میں جاتا تھا راہ سے
پہونچا قریب ان کے تو دیکھا نگاہ سے

دو چار گام آگے غرض جبکہ میں بڑھا
اک بولی دیکھئے تو ذرا آپ کا چلنا
کچھ لوگ اس خیال سے گرا بھی میں جابجا
یہ پیچھا فلسفہ ابھی بھولے نہیں تو کیا

دن رات یاں زمانہ کی حالت کچھ اور ہی
ہاں ان کی اس وضع پہ سیاست کچھ اور ہی

یہ بات سن کے میں جو کھڑا ہو گیا وہیں
اک بولی چپ رہو نہ سنے مرد یہ کہیں
لینے سے یہ خیال تو ہر ایک کے نہیں
انگریزی ان کے پڑھنے کی ہے عمر بالیقیں

کوئی انہیں کے سب سے بڑی بد زبان ہے
پچھتائیں گے خود آپ ہی جان کا زیان ہے

میں نے کہا غضب ہے نہ کچھ شرم سے نبھا
اک بولی پھر تو آپ کا دعویٰ ہی ایسا کیا
پردہ تو کیسا شرم نہیں تم کو مطلقا
میں نے کہا کہ پاس ہے جو قوم کا بڑا

اُس نے کہا کہ پاس کو بس پاس ہی رکھو
سوچا کرو پڑھا کرو دل پاس میں رکھو

اک اور بولی بڑھ کے جی گھر بار ہے کہاں
کہنے لگی کہ قوم کا کچھ دیجئے نشاں
میں نے کہا سفر ہی تو ہے شام ہو جہاں
میں نے کہا کہ قوم تو سید ہے نیم جاں

وہ بولیں کام کرتے ہو کیا اس زمانے میں
میں نے کہا کہ عمر کٹی آنے جانے میں

اک اور بولی ہنس کے یہ پھر آنا جانا کیا
میں نے کہا جو پوچھا وہ اُس کا جواب تھا
باجی کچھ اور پوچھتی ہیں تم نے کیا کہا
وہ بولی اس کلام سے مطلب یہ صاف تھا

کس جا وطن ہے آپ کا آئے ہو کیوں یہاں
میں نے کہا کہ اُجڑے دیار اور گم نشاں

اک بولی اب تو گھر کا پتا دیجئے بتا
میں نے کہا کہ پہلے تو دہلی مکان تھا
جیتے رہے تو کیا عجب آنا اُدھر ہوا
پر کیا کریں بزرگوں نے نوگانوے کو بسا

آفت میں ڈالا اپنی بھی مٹی خراب ہے
کہنہ مکان خام سڑک یہ عذاب ہے

گھبرا کے بولی گاڑی بھی جاتی ہے یا نہیں
میں نے کہا کہ دور ہے امروہہ کے قریں
اسٹیشن وہاں سے دور ہے پایا ہے وہیں کہیں
اک بولی شیخ سدو کا روضہ بھی ہے وہیں

میں نے کہا کہ ہے وہیں تربت جناب کی

بعد از فنا بھی لوگوں کی مٹی خراب کی

اک بولی آپ نے تو غضب کا دیا خطاب
میں نے کہا کہ سچ تو کہا کیا ہوا عذاب
کہتے ہوئے بھی آپ کو آیا نہ کچھ حجاب
بولی کہ او لیا انھیں کہتے ہیں شیخ و شاب

سنت جو کوئی مانے تو حاصل مراد ہو
میں نے کہا کہ پوچھے دل جس میں شاد ہو

وہ بولی مجھ سے آگرہ آنے کا کیا سبب
پہلے تو روائی کا فرما تو حال اب
میں نے کہا کہ تم جو سفر میں ہو کیا سبب
کہنے لگی جو ان میں تھی اک صاحب منتخب

اجمیر سے ہم آتے ہیں یاں بھی اتر پڑے
باجی تو کہنے آپ یہاں آئے کس لئے

میں نے کہا کہ شہر دہلی شخص سے عام
اک شخص [illegible]
وہ چھوٹا سا محلہ ہو رہتے ہیں خاص و عام
میں بھی شریک اس میں ہوا تھا بعد سلام

ا ... کی نہایت تھی آرزو
حکمت کو چھوڑ چھاڑ کے پہونچا بہ جستجو

کیا خوب آپ سے بھی ملاقات ہو گئی
لو صاحب ہم تو جاتے ہیں اب رات ہو گئی
دل بہلا راہ کٹ گئی کچھ بات ہو گئی
وہ بولی ہنس کے خاک ملاقات ہو گئی

میں چاہتی تھی آپ کو بس نبض دکھانا
حالانکہ رستہ سے گزر دیکھ کے جانا

اک بولی چلو راہ میں کیا نبض دکھانا
باجی کا جو علاج کیا کرتے ہیں جانا
گھر پہونچ کے تم ان سول سرجن کو بلانا
لاحول پڑھ کے بولی بہن وہ ہے سیانا

اک بولی بہت سچ ہے جو فرمائی ہیں باجی
اس زخم سے اس نے ہی مری جان بچا دی

دیکھو بہن علاج نہ کرنا طبیب کا ۔۔۔ نفرت سی ہی اس کا رہی کی ہو جاؤ گی دبلا
منضج جو کہیں آپ کو دی آپ نے بتلا ۔۔۔ برسوں سے کے جھنجھلے میں رہا آپ کا نزلہ

پرہیز میں کھچڑی رہی یا دال چپاتی
کس طرح سے وہ کھاؤ تو کھائی نہیں جاتی

پھر بیس کیسر سے ہیں دیکھو لین پینا ۔۔۔ یا شیر [illegible] انگور کہیں [illegible] کے لانا
پھر شربت عناب خمیرہ میں ملانا ۔۔۔ آفت ہے بڑی ایسی دوا پینا پلانا

جب قرص کھر یہ بتا دیں گے بی بی
پھر جان مصیبت میں پھنسا دیں گے بی بی

تو بولی یہ سب جھوٹ ہے جو آپ نے کہا ۔۔۔ نسبت ہی کیا حکیم سے جراح کی بھلا
قارورہ نبض کا جو نہیں جانتا بہنا ۔۔۔ اس کے علاج سے میں حاصل ہی کیا بھلا

جتنے عرق کہ ان کے ہیں سب ہیں شراب ہے
مذہب میں اپنے جن کا کہ پینا عذاب ہے

اکثر دوا میں ہوتا ہے کچلہ و سنکھیا ۔۔۔ بھائی جو ڈاکٹر ہیں بڑے ان سے ہی سنا
کرتے ہیں وہ علاج طبیبوں کا جا بجا ۔۔۔ اپنا بھی اور اپنے وہ اہل و عیال کا

امراض سب عجیب ہی لوگوں کے بڑھ گئے
لاکھوں تو گرم خشک دوائی سے مر گئے

دیتی ہوں اک مثال یہ چھوٹی سی دیکھئے ۔۔۔ جن کو کہ رزق تک بھی میسر نہ ہو سکے
لائے کہاں سے دودھ وہ بتلائیے مجھے ۔۔۔ آخر مرا غریب یہاں مفت کے لئے

ہم کو بہن پرانی طبابت پسند ہے
تم کو نئے زمانہ کی حالت پسند ہے

وہ بولی مانتی ہوں جو کچھ آپ نے کہا ۔۔۔ دو بھائی میرے آئے ہیں حکمت کو پڑھ چکا

ان میں تو کوئی طلب کی لیاقت نہیں ہوا
مطلق بھی تجربہ انھیں اب تک نہیں ہوا

اُس نے کہا کہ معاف کر و قصہ جہاں
ہم کو غرض علاج سے ہے اس کا کیا بیاں

کل بنیں عورتوں میں یہ تو ایک خیال
دیکھیے کہ چاہیے کہا [illegible] کمال
سنتیں تو طبیعو رزق کا ملنا ہوا محال
تعلیم لڑکی دیکھ کر خدا کی پناہ زوالی

دیکھی ہے زمانہ کی تعلیم آپ نے
جتنی تھیں سب کے گویا کہ یکساں خیال تھے

میں نے کہا کہ مجھ کو تو جانا ہوا یہاں
ناگاہ بڑھ کے ان میں سے اک بولی مہ جبیں
آو اب عرض کر کے بڑھا پھر جو میں وہیں
گھر کا پتہ بھی اپنے لکھا دیجئے یہیں

میں نے کہا جو پہلے بتایا تھا آپ کو
قصہ وہی ہے جو کہ سنایا تھا آپ کو

سب بولیں ہاں حضور ہمیں یاد ہو گیا
ویران کارخانہ تھا آباد ہو گیا
کچھ اطمینان ہو گیا دل شاد ہو گیا
یہ آپ کا خیال خدا داد ہو گیا

میں نے پتہ جو پوچھا تو ہنس ہنس کے چپ ہوئیں
کچھ سوچا سمجھا لکھ دیا اپنا پتا وہیں

جب یوں کہا کہ اپنا تو صاحب سلام ہو
میں بولا دن تو چھپتا ہے نزدیک شام ہو
کہنے لگیں کہ واہ یہ کیسا کلام ہے
جانا ہے دور راستہ یہ خاص و عام ہے

سب بولیں رہئے آج تو مہمان ایک جا
میں نے کہا کہاں کہ بھلی اینٹ کی سرا

میں نے کہا نہیں مجھے اب جانے دو حضور
کچھ حال دل مجھے ذرا بتلائیے حضور
اک بولی نبض تو مجھے دکھلانے دو حضور
نکلی ہے جی سے لب پہ بھی اب آنے دو حضور

المختصر چلا ہی تھا سو وسے ہیں دم گیا
بجلی بھی کوندی ابر سیاہ آکے جم گیا

برسات کا زمانہ یہ ہنگامہ بے شمار
گرتا تھا ابر پانی کی اوپر سے بار دھار
دریائے جمن جس کا کنارا ہے سبزہ زار
جھونکے ہوا کے سر سے قدم تک تھے جاں نثار

جنگل تمام مثل سمندر نظر پڑا
روضہ کا عکس پانی کے اندر نظر پڑا

پھر اتفاق یہ کہ ساتھ میں معشوق گلعذار
ٹکرا نبض بندہ سے ہوتی ہیں بار بار
آخر بھی دیکھنا پڑا ہو کر جو شرمسار
امراض اُن کی جان کے پیچھے تھے دو ہزار

میں نے کہا کہ نبض دکھانے سے کیا غرض
تشخیص ٹھیک آپ سے ہوتے نہیں مرض

سچ جلنے کا بچنا ہے دشوار آپ کا
پہلے سے تم نے اس کا تدارک نہیں کیا
کہنے لگی کہ عشق کا سودا ابھی ہوا
آفت میں دم ہے جی ہی نہیں مانتا

جس کا کیا علاج مرض اور بڑھ گیا
جس سے کیا رجوع وہی لے کے الگ ہوا

میں نے کہا مزاج جو ہے گرم آپ کا
بس اس سے فائدہ نہیں ہوتا ہی جابجا
اُس نے کہا کہ کیا کروں تقدیر کا لکھا
شوہر کے رنج نے یہ مرا حال کر دیا

بارہ برس سے اُن کی یہ حالت تباہ ہے
اعصاب سست ضعف بدن کم نگاہ ہے

میں نے کہا کہ اُن کا بھی بچنا محال ہے
ایسوں کے واسطے تو بڑی اسپتال ہے
وہ بولی ہم غریب نہیں گھر میں مال ہے
یاں دن ہزار سال کا تو اک محال ہے

چلئے غریب خانہ کو رہیے دو چار دن

جی اب نہیں مکان پہ لگنے کا آپ بن

میں نے کہا کہ مفسدہ ہوگا نباہ میں
کانٹا سا وہ کھٹکتا ہے سب کی نگاہ میں
ہوتی ہے پھر لڑائی ابھی مفلس کی چاہ میں
کھا جاتے ہیں رقیب اسے آہ آہ میں

بے غم ہوں آپ سے کیوں غم میں جان و دل
اہل وطن مذاق کریں گے میں کیا کروں

القصہ ان کو چھوڑ کے میں تو روانہ ہوا
آئی ندا عذاب سے حق نے بچا لیا
روضہ کے باہر ان کے سجدہ ادا کیا
پھر بند سید صاحب کٹرہ حاجی حسن گیا

شب باش ہو کے صبح کو گاڑی پہ ہو سوار
لو ختم شد و بالا کر یہاں آ گر

لکھنے الہ آباد کے اب حال ہیں ضرور
دیکھی جو شکل ہم نے دسہرے میں مثل طور
دل سے بگوش اس کو بھی سن لیجئے حضور
راون بڑا تھا سیتا بنائی تھی مثل حور

دو طرفہ دو طرف کے سجے دو جلوس تھے
کھاتے تھے لوگ لوگوں کو آپس میں گھوسے

دو تین لاکھ سے کوئی مجمع یہ کم نہ تھا
سے ایسی چڑھ رہی تھی کسی میں بھی دم نہ تھا
سب کو مسرتیں تھیں کسی کو الم نہ تھا
فرعون کو بھی گویا یہ ساماں بہم نہ تھا

غل ہر طرف تھا آئے ہیں لنکا اجاڑ کے
غم کھو دیا ہے ہم نے تو راون کو مار کے

پھر کون کس کی سنتا تھا اس ازدحام میں
یہ مرد و زن سب ایک سے تھے اپنے کام میں
مستانے بن رہے تھے سبھی دھوم دھام میں
بے پردہ ہم نے پردہ نشیں دیکھے عام میں

سب بالا خانے چوک میں لوگوں سے پاٹ تھے
گویا کہ ایک ناؤ میں اس دن سوار تھے

مجمع وہ عورتوں کے وہ پوشاک سبز و سیاہ
اندر بھی دیکھ لیتا تو کرتا مراک چاہ
خوش وضع خوش لباس حسینوں کا جمگھٹا
بازار سبا کا گویا تماشا تھا واہ واہ

کلجگ کی یہ خطا ہے کسی کی خطا نہیں
وہ پہلا پردہ ہند میں باقی رہا نہیں

احباب چند ساتھ تھے پہلا میرے تھا یا وہ تھا
یہ عورتیں ہیں مردوں میں پھرتی ہیں بے حیا
[illegible]
کیوں شرم سے نگاہ نہیں نیچی یہ برملا

وہ بولے واہ ابھی سے یہ کیسا خیال ہے
میرا انہیں کے عشق میں دل پائمال ہے

پس ملا ہیں تو چھوڑئے اب دیکھئے مزا
ایک سال بھر کے بچھڑے ہی ہونگے ایکجا
کس طرح دل کو لیتی ہیں آنکھیں بنا بنا
نوکر جو اپنے ساتھ میں تھا اس نے یہ کہا

صاحب ہمارا من تو پریشان ہوئی گیو
ای بات چھاڑ دیای ڈوہکا ڈیان ہوئی گیو

ای دن کہدا او کہا پیا کہ اک سال بھر کے بعد
صاحب ہیں ہم کا جای دوای گریا گھر کے بعد
دیکھو تو کا اب ہوت ہے ای دو پہر کے بعد
اچھو نہیں ہے کہ گوبر و گنو ہر کے بعد

ای تو ہے دن اب رات بھی آوت ہے دیکھئے
کس ٹیک ٹیک شکل دکھاوت ہے دیکھئے

میں نے کہا وہاں تو ہے آخر کو تو گنوار
وہ بولا گا کران میں لکھن ہیں کردگار
بے پردگی سے خلق خدا کی نہیں ہے عار
بے پردگی کا چکر گزشت ہو جو بار بار

میں نے کہا تو تو مسلمان کیوں ہوا
جائز ہے تجھ کو ابھی پرائی کا گھورنا

کچھ دور چل کے غول اگر والوں کا ملا
اک تخت دیکھا بچوں کا اس میں سجا ہوا

پہلے جو دور سے اُسے دیکھا گماں ہوا
مر مر کے بُت بنا کے سجایا ہے خوب سا

آئے قریب دیکھا تو سکتے کا حال ہے
جس میں انگھیں جڑا ہے وہ لوہے کا جال ہے

آگے بڑھے تو پھر ہمیں جورا ملا اک بلا
اک غول دیکھا عورتوں کا واں کھڑا ہوا
پچھتایا اُس پہ پاس جو پہونچا تو یوں کہا
معلوم ہو گیا کہ تھا پردہ آسیب کا

مشہور پردہ کا عقل کے پردے سے تھا بڑا
بولی وہ پہلا پردہ تو آشوب چشم تھا

بعد اس کے ہم وطن کو اک سال بھر ہوئے
خاکِ وطن نے پاؤں دبائے کچھ خوب سے
فکرِ معاش سے جو ہوئی دوستی مرے
کہنے لگی چلو کہیں کیوں ہو پڑے ہوئے

قیمت کو پہونچا لعل بدخشاں سے آن کر
پتھر تھا کون لاتا پہاڑوں سے چھان کر

نکلا چمن سے پھول تو لوگوں کے سر چڑھا
ہجرت جو کر گیا اُسے عزت کا پھل ملا
غربت پکاری ہاں یہی مطلب بھی ہے مرا
اہلِ ہنر کو چاہیئے گھر سے رہے جدا

دنیا ہے چند روز کو غفلت نہ چاہیئے
خاکِ وطن سے اس قدر الفت نہ چاہیئے

عسرت بھی ظاہرا یہی دیتی رہی صدا
غربت بھی کہہ رہی تھی غرض مجھ سے بڑا
کھو دیتی ہے غریبی غرض سب کا مرتبا
بیٹھے بٹھائے قدر کمال و ہنر کی کیا

ہر شئے کی تنگی قبر سے بڑھکر عذاب ہے
بیچارگی کمال پہ مٹی خراب ہے

تنہائی بولی میں تو ہوں تم کو ہراس کیا
حیرت بھی کہہ رہی تھی کہ افسوس ہے بڑا
حسرت کی یہ صدا تھی کہ بہر خدا نہ جا
جرأت بھی بولی خیر چلو جو کرے خدا

وحشت سفر کی ساتھ میں تنہائی رہ گئی
اک بات تھی جو دل میں میرے آئی رہ گئی

جب گھر سے ہم چلے تو مصیبت بھی ساتھ تھی
شب جب کہ گذری صبح کو منزل کڑی ہوئی
باتیں بری لگیں مجھے اندوہ و یاس کی
شب وطن بھی ساتھ غرض دور تک رہی

آخر ہوائے تند نے اب اڑا دیا
ذرہ نہ جس کا خاک میں لا کر ملا دیا

احقر بس اب تو ختم کرو داستان حال
ہر ایک زمانہ اپنی بدلتا ہے ایک چال
چھوڑو یہ کہاں کا ذکر کہاں کے خیال و قال
گر ہے نہیں زمانہ کی حالت تو کیا کمال

تم کو فضول اس کی شکایت سے کیا غرض
پھر نقل میں شکایت حکایت سے کیا غرض

غزل

کیا کریں ہم بہت عشاق کی فرقت کے گلے
جو قالب سے ہوئے اپنی ہی قسمت کے گلے

دشمن جاں ہے اپنی جو شبوں کی شبنم
روز کی وصل پہ ہونے لگے حسرت کے گلے

بے نیازی ہے فقط شان کریمی تجھکو
کیوں نہ ہوں حضرت انساں کے قدرت کے گلے

پہلی حسرت کہ تجھے شرم بھی آتی ہے
بے حقیقت سے جو کرتا ہے حقیقت کے گلے

مسکراتے ہیں ہر اک بات پہ منہ پھیر کے ہیں
بے مروت سے جو کرتا ہوں مروت کے گلے

قلب نازک کی بھی ہو آہ میں تھوڑا سا مذاق
ان کی ثروت پہ اثر رکھتے ہیں عشرت کے گلے

بے بسی روتی تھی مرقد پہ کسی گگرد کے
اور حسرت سے ادا ہوتے تھے عشرت کے گلے

ہم تو روتے رہے چھوڑا جسے ہنستے ہی رہے
مسکرا کر کہا کچھ یاد ہیں فرقت کے گلے

پھر اڑا لیں جو کہیں وحشت جنوں کے جھونکے
پھر اپنی زباں سے تم کو قربت کے گلے

وہ چمن بھی نہ رہا وہ بہار کی نہ رہی
اس زمانے میں بھی احقر تجھے الفت کے گلے

غزل

اے شمیم گلشن عالم جو تو سر پر رہے
رنج و غم سے دل نہ پھر ہرگز کبھی مضطر رہے

کون ایسا ہے بشر جس کے نہ تو مشتاق ہو
کون سا وہ قلب ہے جس کے نہ تو اندر رہے

خانۂ حق مجمع انوار کا مسکن ہو حبیب
وہ قلوب مومنیں عرش خدا کیونکر رہے

یوں بدلتا ہے ہمیشہ دیکھئے دور جہاں
ہے یہ عبرت نسل شاہی بے گھر بے در رہے

رنج ان کے حال پر آتا ہے اپنا ذکر کیا
صاحب سنگیں محل بھی قبر کے اندر رہے

سنگ مرمر کے مکاں والے غرض ہیں لاپتہ
ان کے مرقد کے نشاں باقی نہ دو پتھر رہے

کھد گئیں قبریں بھی ان کی ہوگئے بے اقتدار
یادگار دہر خشت بے محل اکثر رہے

جن کے حسن و ناز پر عاشق تھے مشتاق جہاں
آہ و زاری یاد میں ہے اب نہ وہ دلبر رہے

عالم حیرت تماشہ گاہ عالم رہ گیا
جو تھے خاصان خدا وہ بھی تہ خنجر رہے

کیا کسی کے کام آتا ہی بشر مرنے کے بعد
ثروت شاہی نہ کام آئے نہ مال و زر رہے

عمر دو روزہ بسر کرنی ہے گر احقر تجھے
خواہشات نفس سے ممکن تو ہے بچ کر رہے

تضمین بر کلام خسرو رحمۃ اللہ علیہ احقر

گفتم شراب از شکر گفتہ کہ این نار من است
گفتم چرا در جگر گفتہ کہ این خار من است

گفتم کہ از نور نظر گفتہ کہ انوار من است
گفتم کہ روشن از قمر گفتہ کہ رخسار من است

گفتم کہ شیریں از شکر گفتہ کہ گفتار من است

گفتم کہ دیدم زاہداں گفتہ ریاکاری بود
گفتم عزازیل گماں گفتہ گنہگاری بود
گفتم سجودِ مہوشاں گفتہ کہ دلداری بود
گفتم طریقِ عاشقاں گفتہ وفاداری بود
گفتم مکن جور و جفا گفتہ کہ ایں کارِ من است

گفتم کہ رفتارِ جہاں گفتہ کہ یادِ ذکرِ من
گفتم کہ حالِ رہرواں گفتہ کہ سوئے قصرِ من
گفتم کہ بہر امتحاں گفتہ کہ نوح و خضر من
گفتم کہ مرگِ عاشقاں گفتہ کہ در ہجرِ من
گفتم علاجِ زندگی گفتہ کہ دیدارِ من است

گفتم مزارِ بیکساں گفتہ کہ ہستی در چمن
گفتم کجا تشنہ دہاں گفتہ کہ بر نہرِ لبن
گفتم کہ شاہانِ جہاں گفتہ کہ در رنج و محن
گفتم بہار یا خزاں گفتہ کہ رشکِ حسنِ من
گفتم خیالت کبک را گفتہ کہ رفتارِ من است

گفتم چرا پردہ دری گفتہ کہ ایں راز نہاں
گفتم کہ روئے دلبری گفتہ کہ ایں نام عیاں
گفتم کلامِ اختری گفتہ پسندیدہ بیاں
گفتم کہ حوری یا پری گفتہ کہ من شاہِ بتاں
گفتم کہ خسرو ناتواں گفتہ پرستارِ من است

غزل

جوشِ حسرت خارِ حسرت ہوکے دل میں رہ گئے
دردِ فرقت کے گلے سب آپنے گل میں رہ گئے
جس قدر رویا کیا اتنا ہی فرقت نے بلند
چشمِ حیرت ہوکے ہم آنکھوں کے تل میں رہ گئے
ابرِ نیساں کی طرح روئے تھے دردِ ہجر میں
بہہ کے دریا چشم ہائے دل سے دل میں رہ گئے
پاکیانِ رنج و غم ہیں صورتِ نرگس خموش
ضبطِ گریاں سے جوں امراضِ سل میں رہ گئے
اک گلِ پژمردہ بادِ بہاری کے لئے
وہ پشیمانی کے شکوے سب تحمل میں رہ گئے
آرزوئے روئے جاناں انتظارِ دید تھے
آزمودہ گانِ قسمت خود مخل میں رہ گئے
جب ہوئے رد و بدل صندوقِ وصلِ یار میں
سینکڑوں شکوے کہ کاغذ منتقل میں رہ گئے

کیا دمِ آخر وصالِ دوست میں الجھن ہوئی	تار باقی جب کہ جسمِ مضمحل میں رہ گئے

احقرِ بسمل سے آخر نامہ بر نے کہہ دیا
وہ تو ہیں گلگشت میں تم اب تک بسمل ہی رہ گئے

مذاقِ معنی خیز

پاکیزہ جو نفوس ہیں گندے سے ڈرتے ہیں	کمزور جو نفس ہیں ڈنڈے سے ڈرتے ہیں
اہلِ کمال فالتو دھندے سے ڈرتے ہیں	اب ہم سے کوئی پوچھے تو اندھے سے ڈرتے ہیں

دیگر

اہلِ کرم تو ہیں پہ قلندر سے ڈرتے ہیں	صاحب جہاز بحرِ سمندر سے ڈرتے ہیں
بچے صغیر سن ہیں جو بندر سے ڈرتے ہیں	گر ہم سے پوچھیے تو چھچھوندر سے ڈرتے ہیں

دیگر

جو اولیا صفت ہیں وہ دنگے سے ڈرتے ہیں	با آبرو جہان میں ننگے سے ڈرتے ہیں
غلہ فروش نرخ کے مندے سے ڈرتے ہیں	ہم سے جو کوئی پوچھے تو چندے سے ڈرتے ہیں

دیگر

جو تیز رو جہان میں ہیں گاڑی سے ڈرتے ہیں	رہگیر سب جہان میں جھاڑی سے ڈرتے ہیں
اہلِ حدیث دیکھ کے دھاڑی سے ڈرتے ہیں	اب ہم سے پوچھو لمبی سی داڑھی سے ڈرتے ہیں

دیگر

رندانِ دہر مردِ نمازی سے ڈرتے ہیں	مفلس تمام عشقِ مجازی سے ڈرتے ہیں
اکثر ہیں دست درازی سے ڈرتے ہیں	اک ہم ہیں جو جہان میں غازی سے ڈرتے ہیں

دیگر

جو فلسفی ہیں قصہ کہانی سے ڈرتے ہیں	عاشق مزاج اشک فشانی سے ڈرتے ہیں

خس پوش جو کمیں ہیں پالی سے ڈرتے ہیں ۔ گر تم سے پوچھو کالن و کالی سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ آدمی جہان میں ساجی سے ڈرتے ہیں ۔ اہل تمیز مردم پاجی سے ڈرتے ہیں
جو بھی گدا منش ہیں وہ تاجی سے ڈرتے ہیں ۔ گر تم سے پوچھو تند مزاجی سے ڈرتے ہیں

دیگر

جو اہل علم ہیں سبھی جاہل سے ڈرتے ہیں ۔ نازک مزاج جو بھی ہیں گھائل سے ڈرتے ہیں
اہل ہنر جہان میں کاہل سے ڈرتے ہیں ۔ اک ہم ہیں جو کہ چند خصائل سے ڈرتے ہیں

دیگر

بیمار کچھ پرہیز و دوائی سے ڈرتے ہیں ۔ پرہیزگار قہر خدائی سے ڈرتے ہیں
جو نہانے والے لوگ ہیں پالی سے ڈرتے ہیں ۔ اک ہم ہیں جو جہاں کی بُرائی سے ڈرتے ہیں

دیگر

دنیا میں کل شریف قرابت سے ڈرتے ہیں ۔ کبراج و وید مشق طبابت سے ڈرتے ہیں
طاہر جو ہیں بشرِ وہ نجاست سے ڈرتے ہیں ۔ اک ہم ہیں جو کہ اپنی حماقت سے ڈرتے ہیں

دیگر

کل متقی جہان میں واحد سے ڈرتے ہیں ۔ کل دہریان دہر مواحد سے ڈرتے ہیں
جو اہل معاملہ ہیں وہ شاہد سے ڈرتے ہیں ۔ اک ہم ہیں جو کہ ظاہری زاہد سے ڈرتے ہیں

دیگر

فرماں روا جہاں کی خرابی سے ڈرتے ہیں ۔ بھتیاکے جو اثر ہیں ہیں بھابی سے ڈرتے ہیں
سبزی فروش زرد و گلابی سے ڈرتے ہیں ۔ اک ہم ہیں ہر کسی کے حجابی سے ڈرتے ہیں

دیگر

نحوی خیال حال میں ماضی سے ڈرتے ہیں ۔ دولہا دلہن کے آدمی قاضی سے ڈرتے ہیں

اہل نجوم علم ریاضی سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں کہ خوشی گمراہی سے ڈرتے ہیں

دیگر

عالم تمام گانے بجانے سے ڈرتے ہیں
نازک مزاج شور مچانے سے ڈرتے ہیں
لنگڑے جہاں میں آنے جانے سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو لگانے بجھانے سے ڈرتے ہیں

دیگر

نامرد ہیں جو اپنی لگائی سے ڈرتے ہیں
اندھے جہاں میں راہ کی کھائی سے ڈرتے ہیں
گوشہ نشیں جہاں میں سائی سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ عام برائی سے ڈرتے ہیں

دیگر

اہل قبور جھونٹ بنانے سے ڈرتے ہیں
مفتی جہاں میں صاف بتانے سے ڈرتے ہیں
کل اہل اجتہاد زمانہ سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ رات کے کمانے سے ڈرتے ہیں

دیگر

دو دو جہاں ہی بھائی بھی بھائی سے ڈرتا ہے
بیکس جہاں میں ساری خدائی سے ڈرتا ہے
عاشق صنم کی اپنے جدائی سے ڈرتا ہے
اک اپنا قلب ہے جو برائی سے ڈرتا ہے

دیگر

ماں باپ اپنے بچے کے رونے سے ڈرتے ہیں
بچے یتیم باپ نہ ہونے سے ڈرتے ہیں
دنیا میں سیٹھ نقدی کے کھونے سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ چین میں سونے سے ڈرتے ہیں

دیگر

مجرم جو ہیں جہاں میں سفینے سے ڈرتے ہیں
زردار سب ہی کے چھینے سے ڈرتے ہیں
قلب صفا عوام کے کینے سے ڈرتے ہیں
گر ہم سے پوچھئے تو کمینے سے ڈرتے ہیں

دیگر

اہل دل فضول سے چرخے سے ڈرتے ہیں
پژمردہ دل جہان میں دھڑکے سے ڈرتے ہیں
عاصی خیال برق کے تڑکے سے ڈرتے ہیں
ایک ہم ہیں جو لڑائی کے چرچے سے ڈرتے ہیں

دیگر

اکثر جہاں میں جادو و ٹونے سے ڈرتے ہیں
بیکار دام پاس نہ ہونے سے ڈرتے ہیں
باکار وقت قیمتی کھونے سے ڈرتے ہیں
گر ہم سے پوچھو قبر کے کونے سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ آدمی جہان میں لیڈر سے ڈرتے ہیں
ماتحت فوجداری کے ریڈر سے ڈرتے ہیں
فالیز والے جتنے ہیں گیدڑ سے ڈرتے ہیں
ہم سے اگرچہ پوچھو تو نیڈر سے ڈرتے ہیں

دیگر

عاقل جہاں میں عام رسائی سے ڈرتے ہیں
مادر جنہیں نہ شیر دے دائی سے ڈرتے ہیں
نرگا و بز جہاں میں قصائی سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو جبہ کو نائی سے ڈرتے ہیں

دیگر

بے مایہ جو شہر میں تجارت سے ڈرتے ہیں
سرکش جہاں میں خوف وزارت سے ڈرتے ہیں
عزت کے خواستگار حقارت سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو بڑے کی شرارت سے ڈرتے ہیں

دیگر

جو طالبِ سخن ہیں خموشی سے ڈرتے ہیں
پیرِ مغاں جو دیکھے تو جوشی سے ڈرتے ہیں
صائم تمام بادہ نوشی سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ بات فروشی سے ڈرتے ہیں

دیگر

حاکم جو ہیں تمام حکومت سے ڈرتے ہیں
اکثر جہاں میں اپنی ضرورت سے ڈرتے ہیں
جو نیک ہیں بدوں کی نحوست سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو بڑوں کی رعونت سے ڈرتے ہیں

دیگر

اکثر بشر کسی کی اہانت سے ڈرتے ہیں
جو ہیں شرافت میں امانت سے ڈرتے ہیں
ایماندار جو ہیں خیانت سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں بے سکت کی ضمانت سے ڈرتے ہیں

دیگر

انسان کے مکر سے تو بھی جان ڈرتے ہیں
خائن سے کل جہان میں انسان ڈرتے ہیں
مفت سے میزبان کے مہمان ڈرتے ہیں
کاذب سے ہم جہاں میں میری جان ڈرتے ہیں

دیگر

خوشبو مزاج وہ ہیں بدبو سے ڈرتے ہیں
اہل سفر تو ریل کے بابو سے ڈرتے ہیں
قائم مزاج آدمی ہاں تو سے ڈرتے ہیں
ہم سے اگر یہ پوچھو تو بدخو سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ بدمزاج مرد مقابل سے ڈرتے ہیں
جتنے بھی زن مرید ہیں قابل سے ڈرتے ہیں
حاسد جہاں میں جتنے ہیں قابل سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو عالم و فاضل سے ڈرتے ہیں

دیگر

لاغر جہاں میں مرد کی لٹھیا سے ڈرتے ہیں
نادیدہ سب پہاڑ کی ٹٹیا سے ڈرتے ہیں
کمزور عصب والے تو کٹھیا سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ دھوکے کی ٹٹیا سے ڈرتے ہیں

دیگر

بوڑھے جو اثر میں ہیں ممبر سے ڈرتے ہیں
کچھ لوگ نیز آتشک و بھگندر سے ڈرتے ہیں
مظلوم جس قدر ہیں ستمگر سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ ماہ ستمبر سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ لوگ ہیں جہاں میں جو سٹے سے ڈرتے ہیں
جتنے بھی جوئے باز ہیں سٹے سے ڈرتے ہیں
عاقل تمام الو کے پٹھے سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو سودا سٹے سے ڈرتے ہیں

دیگر

غافل جو کہ گنہگار ہیں باقی سے ڈرتے ہیں
جو نکتہ سنج ہیں وہ مراقی سے ڈرتے ہیں
جو شہسوار ہیں وہ عراقی سے ڈرتے ہیں
گر ہم سے پوچھو مردم تاقی سے ڈرتے ہیں

دیگر

اہلِ کمال سارے خوشامد سے ڈرتے ہیں
کل جو ٹٹے جہاں میں پر آمد سے ڈرتے ہیں
خانہ بدوش قحط کی آمد سے ڈرتے ہیں
ہم بیوقوف دوست کی ہر کد سے ڈرتے ہیں

دیگر

مفلوک سارے قحط و گرانی سے ڈرتے ہیں
کچھ لوگ اپنے مرتبہ دانی سے ڈرتے ہیں
کپڑا فروش آگ و پانی سے ڈرتے ہیں
اک ہم جو ہیں رفیق زبانی سے ڈرتے ہیں

دیگر

ملزم جہاں میں خوف سیاست سے ڈرتے ہیں
دانا جہاں میں دنی فراست سے ڈرتے ہیں
کل والیانِ ملک ریاست سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھئے تو خساست سے ڈرتے ہیں

دیگر

اکثر شریف لوگ غلامی سے ڈرتے ہیں
کچھ لوگ ہیں جو قاتل نامی سے ڈرتے ہیں
قیدی جہاں میں قید دوامی سے ڈرتے ہیں
گر ہم سے پوچھئے تو حرامی سے ڈرتے ہیں

دیگر

تھوڑی سی جن کی پونجی ہو ٹوٹے سے ڈرتے ہیں
کل نور باف تار کسوٹے سے ڈرتے ہیں
لاغر بدن جہان میں موٹے سے ڈرتے ہیں
ہم سے اگرچہ پوچھو تو کھوٹے سے ڈرتے ہیں

دیگر

بندے خدا جہان میں پیروں سے ڈرتے ہیں
جو مالدار ہیں وہ فقیروں سے ڈرتے ہیں
جتنے غریب ہیں وہ امیروں سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھئے تو مشیروں سے ڈرتے ہیں

دیگر

انتوں کے جو مرض میں کیلے سے ڈرتے ہیں
کھادر کے لوگ پانی کے ریلے سے ڈرتے ہیں
خانہ نشیں جہان میں میلے سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو مفت جھمیلے سے ڈرتے ہیں

دیگر

دوکاندار بنئے لٹیروں سے ڈرتے ہیں
جو مرغ باز ہیں وہ بٹیروں سے ڈرتے ہیں
کاریگراں فضول بکھیڑوں سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ مفت لٹیروں سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ آدمی جہاں میں خارش سے ڈرتے ہیں
جتنے بخیل ہیں وہ گذارش سے ڈرتے ہیں
حکام کچھ جہاں میں سفارش سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو تیر کی بارش سے ڈرتے ہیں

دیگر

موٹر کے جو سوار ہیں لاری سے ڈرتے ہیں
نیچے مکان والے اٹاری سے ڈرتے ہیں
کل پنڈو باز خوف تجاری سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھئے تو دکھاری سے ڈرتے ہیں

دیگر

یورپ کے لوگ ہند کی گرمی سے ڈرتے ہیں
نیپال والے مردم گرمی سے ڈرتے ہیں
خوشبو فروش تاجر چرمی سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو جہاں میں دھرمی سے ڈرتے ہیں

دیگر

کچھ ڈاکٹر خراب سواری سے ڈرتے ہیں
کچھ مولوی قلیل بخاری سے ڈرتے ہیں
سارے طبیب تنگ عماری سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو مرد شکاری سے ڈرتے ہیں

دیگر

کیا بات ہے جہاں میں جو ڈرتے ہیں تین سے
اہل دول کو خوف نہیں روم و چین سے
اک زن سے اک طفل سے اور اک تھیں سے
ابتک ہے ہمکو خوف سپیرے کی بین سے

دیگر

غم کیا جہاں میں جس کے بھی دو چار یار ہوں
کیا فکر ان کو جن کے مصاحب ہزار ہوں
تکلیف ان کو کیا جہاں نائب کہار ہوں
برتن بنائیں اپنے جو نوکر کمہار ہوں

دیگر چار خوف

دنیا میں بامراد ہر اک غم سے ڈرتے ہیں
خوش حال سب جہان میں شبنم سے ڈرتے ہیں
عادی جو طبیب وقت کے ہیں ماتم سے ڈرتے ہیں
افسوس کا مقام ہے ہم دم سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

کھلتے ہی گل جہاں میں پالی سے ڈرتے ہیں
کھند خیال وہ ہیں حالی سے ڈرتے ہیں
مُسسرے کے جو اثر میں ہیں پالی سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھو مفسد و جالی سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

زیر زمیں جو دفن ہیں چاندی سے ڈرتے ہیں
نادر کا خوف ہے جنھیں باندی سے ڈرتے ہیں
خانہ بدوش آدمی آندھی سے ڈرتے ہیں
اک ہم ہیں جو کہ حضرت گاندی سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

جو طالبانِ علم ہیں کالج سے ڈرتے ہیں
گٹھیا کے جو مریض ہیں فالج سے ڈرتے ہیں
بیمار جس قدر ہیں معالج سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھئے تو ہم نالج (یعنی قابلیت) سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

کل مارگیر وہ ہیں کالے سے ڈرتے ہیں
پیری میں لوگ گود کے پالے سے ڈرتے ہیں
جُروا کا جن کو خوف ہے سالے سے ڈرتے ہیں
ہم سے جو پوچھئے تو رذالے سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

گل چیں جہاں میں پھولوں کے کانٹوں سے ڈرتے ہیں — سائیس بدلگام کی لاتوں سے ڈرتے ہیں
کامل تمام لغو کی باتوں سے ڈرتے ہیں — گر ہم سے پوچھو ظلم کی گھاتوں سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

کل جنگ جو علم کے پھریرے سے ڈرتے ہیں — سب اردات والے کٹہرے سے ڈرتے ہیں
کچھ چوبدار رات کے پہرے سے ڈرتے ہیں — اک ہم ہیں جو کہ گونگے و بہرے سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

گاہک جہاں میں بھاؤ سے منڈی کے ڈرتے ہیں — بھڑوی جو ہیں مزاج سے رنڈی کے ڈرتے ہیں
کل عطر والے تیل سے انڈی کے ڈرتے ہیں — اک ہم ہیں چوریل کی جھنڈی سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

کچھ آدمی جہان میں فاسق سے ڈرتے ہیں — اکثر طبیب جیّد حاذق سے ڈرتے ہیں
ایسے بھی ہیں جو اپنے موافق سے ڈرتے ہیں — اک ہم ہیں جو کہ مرد منافق سے ڈرتے ہیں

دیگر چار خوف

نزلے کے جو مریض ہیں گھٹّے سے ڈرتے ہیں — جو تاجران خستہ ہیں بٹّے سے ڈرتے ہیں
اشراف ہیں پھر بھی جن کے چپیٹے سے ڈرتے ہیں — زاہد کے ہم تو ماتھے کے گھٹّے سے ڈرتے ہیں

میں نے چند احباب کی مزید سفارش اور خواہش سے اس کو چھپوانے کا قصد کیا ہے۔ [illegible] میں الہ آباد کے قیام میں بھی قصد تھا مگر زمانہ نے مہلت نہ دی نہ اس طرف خیال ہوا۔ اس وقت مجھے بھی یہ خیال ہوا کہ پھر بھی دل کا بہلاؤ ہے۔ بعض بیماریوں میں ایسے مضمون بہت کار آمد ہیں۔ فقط

سید احمد علی متوطن نوگانواں سادات

طبیب ریاست رامپور حکیم منجانب

ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع بلند شہر

۱۴ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

فہرست رسالہ جات حکیم سید احمد علی اختر

متوطن نوگانواں سادات

نصرت الاسلام فلسفہ ذکر پیغمبر و عترت سید الانام ۱۰ر	مسدس سیر جہاں ۳ر
سید التجارب یعنی نسخہ چوپدن ۳ر	فسانہ ہند مسدس فوٹو زمانہ حال ۳ر

ختم بتاریخ یکم جولائی ۱۹۲۳ء بمقام ریاست دانپور ضلع بلند شہر

ملنے کا پتہ

نوگانواں سادات ضلع مراد آباد۔